قابل رشک.....شیخ راحیل احمد مرحوم

سیف اللہ خالد

قابل رشک تھا وہ شخص جو کفر نگر قادیان میں پیدا ہوا، مرزا کی ذریت میں سے ''بہترین دماغوں'' نے اس کی تربیت کی۔ ۵۶ برس تک وہ بت کدہ ربوہ کی خدمت کرتا رہا، مگر جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوا تو سچا عاشق رسول تھا۔ ختم نبوت کا ایسا مجاہد کہ جس نے مرزائیت کے ایوانِ باطل میں زلزلہ بپا کیے رکھا۔ جو کچھ سیکھا تھا وہ ختم نبوت کے دفاع میں استعمال کیا۔ مرزائی شاطروں کے داؤ پیچ، ان کا انداز، ان کی مہارت بالآخر ختم نبوت کے کام آئی اور ۵۶ برس کی غفلت کی زندگی کے آخری ۶ برسوں میں انھوں نے یوں کفارہ ادا کیا کہ آنکھیں حیرت واستعجاب سے پھٹی رہ گئیں۔ بڑے بڑے دعویدار انگشت بدنداں سوال کرتے پائے گئے کہ جب ختم نبوت کے محاذ کی وارث شخصیات اور تنظیمیں اپنے کام سے غافل ہیں تو اس ایک شخص نے اتنا کام کس طرح کر دیا اور وہ بھی یورپ میں بیٹھ کر۔ دراصل انھیں وقت پر کام نمٹانے کی جلدی تھی۔ اپنے حصے کا بوجھ اٹھانے کی جلدی تھی۔ کوئی ایک ہفتہ قبل ہی مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری جنرل برادرم عبداللطیف خالد چیمہ سے کہنے لگے: ''گواہ رہنا کہ میں مرزا کا کفر اور دجل بے نقاب کر کے اس حال میں دنیا سے جا رہا ہوں کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا ادنیٰ سپاہی'' اور پھر کہا: ''یار دعا کرو کہ رب صرف اتنی مہلت دے دے کہ ردّ مرزائیت کے سلسلے میں جو دو چار مضامین لکھنا باقی ہیں وہ مکمل کر لوں۔'' اور پھر کل جرمنی سے خبر آ گئی کہ وہ چلا گیا۔ اپنے حصے کا کام نمٹا کر شیخ راحیل نے ابدی زندگی کا سفر اختیار کر لیا۔

یقیناً موت کا ایک وقت متعین ہے۔ وہ لمحہ جو قبر میں لکھا ہے اسے ٹالنا ممکن نہیں اور اس طرح اس لمحہ سے قبل کسی کی زندگی ختم کرنا بھی کسی کا اختیار نہیں۔ البتہ رب نے ایک اختیار ضرور دے دیا ہے کہ جتنی مہلت دستیاب ہے اسے پوری طرح استعمال کیا جائے۔ اس حوالے سے شیخ راحیل خوش قسمت انسان تھے کہ ۲۱ راگست ۲۰۰۳ء کو قبولِ اسلام کے بعد وہ مطمئن نہیں ہو بیٹھے بلکہ تیغ براں بن کر عالم مرزائیت پر ٹوٹ پڑے۔ وہ اندر کے آدمی تھے۔ خالصتاً اس مقصد کی خاطر تربیت یافتہ مرزائیت کے کفر کو بھی جانتے تھے اور اس کفر کے دفاع کی صورتوں سے بھی آگاہ تھے۔ انھوں نے یوں تاک تاک کر نشانے لگائے کہ غنیم ہراساں ہو کر رہ گیا اور پھر مشاہدے کی بات ہے کہ یکے بعد دیگرے گروہ در گروہ لوگوں نے مرزائیت سے توبہ کی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت میں پناہ لی۔

بہرحال وہ کوئی عام آدمی نہیں تھے۔ ۸ برس کی عمر میں انھیں قادیانی بچوں کی جماعت کا ذمہ دار بنا دیا گیا اور پھر وہ مرکزی سطح پر اہم ترین لوگوں میں شمار ہونے لگے۔ جرمنی میں قادیانی جماعت کی ذیلی تنظیم ہیومینٹی فرسٹ کے ذمہ دار تھے۔ ۲۰۰۳ء میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مولانا مشتاق کے ہاتھ پر اسلام قبول کر کے کالی کملی والے نبی آخر الزماں صلی اللہ

علیہ وسلم کے غلاموں کی صف میں شریک ہو گئے۔ ان کی اہلیہ، بچے اور داماد بھی ان کے ساتھ ہی اندھیروں سے نکل کر روشنی کی طرف آ گئے۔ البتہ ایک بات کا انھیں آخر تک قلق رہا کہ والدہ نے ان کی بات قبول نہیں کی۔ وہ اب بھی اپنے مذہب پر کاربند چناب نگر میں مقیم ہیں۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ انھیں بھی ہدایت سے نوازے۔

شیخ راحیل ۲۰۰۴ء میں لاہور تشریف لائے تو ملاقات ہوئی۔ ایک تفصیلی نشست، جس میں انھیں سمجھنے اور ان کی سوچ کو پرکھنے کا موقع ملا۔ جب بار بار میرے منہ سے لفظ مرزا ملعون سنا تو بولے ''ملعون ہونے میں تو شک نہیں، وہ شخص نبی تو کیا، ایک شریف آدمی کہلوانے کے قابل بھی نہیں مگر داعی کو یہ انداز نہیں بھاتا۔ اس طرح سے بھٹکے ہوئے اور گمراہ لوگوں کو دین کی دعوت نہیں دی جا سکتی۔ وہ سنیں گے ہی نہیں۔ اس لیے اب آپ لوگوں کو انداز بدلنا چاہیے۔ مرزائیوں کو دعوتِ دین کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ان کا مؤقف تھا کہ اگر ہم جدید اسلوب میں اپنی بات پہنچانے کی صلاحیت اختیار کر لیں تو بہت سے لوگوں کو ہدایت کا راستہ دکھائی دے سکتا ہے۔ وہ آخر وقت تک ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے احباب کو یہ سمجھانے کی کوشش کرتے رہے کہ یہ انٹرنیٹ کا دور ہے۔ کانفرنس وجلسہ بھی ضروری ہے مگر اس دور کے تقاضوں کے مطابق اگر نئی قادیانی نسل کے ذہنوں پر دستک دی جائے تو بہت سوں کو گمراہی سے بچایا جا سکتا ہے۔ مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ اس مقدس مشن کی دعویدار شخصیات اور تنظیمات کو اور بہت سے بکھیڑے ہیں اور ویسے بھی لوگ تعزیتی مضمون کو بھی طنزیہ جگت بازی کے آزار سے نہ بچا سکیں، انھیں یہ باریک بات کس طرح سمجھ آ سکتی ہے۔ لہٰذا انھوں نے بہت اچھی راہ اختیار کی کہ اس پر آزردہ ہونے کے بجائے اپنی راہ خود تلاش کی اور قلم کو تلوار بنا کر جہاد میں جت گئے۔ ان کی تربیت، آئیڈیاز کی تخلیق، منصوبہ بندی اور حالات کے مطابق دعوتی کام کا طریقہ متعین کرنے کے ماہر کے طور پر ہوئی تھی۔ لہٰذا انھوں نے اپنی ان صلاحیتوں کو خوب خوب استعمال کیا۔ مرزائیوں کے حالیہ سربراہ مرزا مسرور (مفرور پڑھنا بھی غلط نہ ہوگا) کے نام تین خطوط ان کی مہارت کا شاہکار ہیں۔ ان تینوں خطوط میں انھوں نے مرزائیت کا وہ بھرکس نکالا ہے کہ باوجود ذاتی تعلق کے مسرور کو جواب کی ہمت نہیں ہوئی اور پھر ان خطوط کو انگریزی اور اردو میں شائع کروا کر لاکھوں کی تعداد میں تقسیم کرنا بھی ان کا فیصلہ تھا۔ خصوصاً قادیانیوں تک پہنچانا بہت فائدہ مند رہا۔ آخری ایام میں ان کے تمام تحقیقی کام کو ''مقالاتِ راحیل'' کے نام سے شائع کرنے کا کام بھی تیزی سے جاری تھا مگر افسوس کہ وہ مقالات کی اشاعت تک مہلت نہ پا سکے۔ اب جلد ہی یہ اہم کتاب شائع ہو کر ان کے نامہ اعمال میں خیر کثیر کا سبب بنے گی۔

شیخ راحیل کی زندگی کا ایک اہم ترین پہلو ۱۹۷۴ء میں کراچی میں ان کی اپنی سابق جماعت کے لیے خدمات ہیں، جسے وہ اپنا زمانہ کفر یا زمانہ جاہلیت کہا کرتے تھے کہ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے ایام میں مرزائیوں نے ان کی ڈیوٹی کراچی میں لگا رکھی تھی، جہاں وہ دن بھر اس محاذ پر کام کرنے والی مسلمانوں کی دینی جماعتوں کے دفاتر میں پھرتے، کارکنوں سے ملتے اور ان کے مستقبل کے منصوبوں سے اپنی قیادت کو باخبر رکھتے۔ کاش ہماری دینی جماعتیں دشمن کے کام کرنے کے انداز کو سمجھیں اور اس کے مطابق جواب بھی دیں۔ مگر شاید یہ منزل ابھی دور ہے۔ سیاست کا چسکا اور شخصیت پرستی کا گھن جب تک لگا رہے گا کسی خیر کی توقع نہیں کی جا سکتی۔　　(مطبوعہ: روزنامہ ''اُمت'' کراچی، ۱۹ رمئی ۲۰۰۹ء)